مطالعۂ قرآن حکیم

ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ ھود

آیات ۸۴ ـ ۹۰

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم ۔ امابعد:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ
مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ
بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ○ وَيٰقَوْمِ
اَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ
وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ○ بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ
مُّؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ
تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَاۗؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا
مَا نَشٰۗؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ○ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ
وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ
اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ
تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ○ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ
يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ
وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ○ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا
اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ○

"اور (اہل) مدین کی طرف (ہم نے) ان کے بھائی شعیبؑ (کو بھیجا) اس نے کہا: اے میری قوم (کے لوگو) اللہ ہی کی بندگی کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔ اور ناپ تول میں کمی نہ کرو، (فی الوقت) میں تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں (لیکن) مجھے

© rasailojaraid.com

تمہارے بارے میں ایک ایسے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے جو (جملہ مصائب کو) گھیر نے والا ہوگا۔ اور اے میری قوم (کے لوگو!) پورا کیا کرو ناپ اور تول کو انصاف کے ساتھ اور نہ کم کیا کرو لوگوں کے لیے ان کی چیزیں۔ اور نہ دندناؤ زمین میں فساد پھیلاتے ہوئے اللہ کی (دی ہوئی) بچت ہی تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم مانو (ورنہ ظاہر ہے کہ) میں تم پر پہرہ تو نہیں دے سکتا!" انہوں نے جواب دیا: "اے شعیب! کیا تمہاری نماز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کے معبودوں (کی پرستش) ترک کر دیں یا (اس سے دستبردار ہو جائیں کہ) اپنے اموال میں جو (تصرف) چاہیں کریں۔ واقعی ایک تم ہی رہ گئے ہو دانشمند اور راستباز!" (شعیبؑ نے) کہا: "بھائیو! (ذرا سوچو) اگر میں اپنے رب کی جانب سے واضح ہدایت پر بھی ہوں اور اس نے مجھے اپنے (خاص خزانہ فضل) سے رزق حسن سے مزید نوازا ہے (تو پھر میں اس دعوت و تبلیغ اور سعی اصلاح سے کیسے باز رہ سکتا ہوں!) اور میرا یہ ارادہ ہرگز نہیں ہے کہ تمہاری مخالفت کر کے خود ہی کچھ کروں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میں تو بس اصلاح کا طالب ہوں جہاں تک میرا بس چلے! اور نہیں ہے میری توفیق مگر اللہ ہی (کی مدد) سے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں رجوع کرتا ہوں۔ اور اے میری قوم کے لوگو! (دیکھنا کہیں) میری ضد (اور عداوت) کے باعث تم پر بھی وہی کچھ نازل نہ ہو جائے جو قومِ نوحؑ یا قومِ ہودؑ یا قومِ صالحؑ پر نازل ہو چکا ہے۔ اور قومِ لوطؑ تو تم سے کچھ (زیادہ) دور بھی نہیں (بستی)۔ اور اپنے رب سے مغفرت چاہو پھر اسی کی جناب میں توبہ کرو۔ یقیناً میرا رب نہایت مہربان بہت محبت کرنے والا ہے!" ——

دیگر متعدد مکی سورتوں کی طرح سورۂ ہود میں بھی ان اقوام کے ذکر میں جن کی جانب رسول مبعوث ہوئے لیکن انہوں نے ان کی دعوت کو رد کر دیا اور اس کے نتیجے میں اللہ کے عذابِ استیصال کا نوالہ بن کر نیست و نابود اور نسیاً منسیاً ہو گئیں، قومِ نوحؑ، قومِ ہودؑ، قومِ صالحؑ اور قومِ لوطؑ کے بعد پانچویں نمبر پر قومِ شعیبؑ یا اہلِ مدین کا ذکر آتا ہے۔ یہ لوگ حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی تیسری زوجۂ محترمہ حضرت قطورا کے بطن سے تولد ہونے والے فرزند مدین یا مدیان کی نسل سے تھے اس طرح گویا ذریتِ ابراہیمؑ ہی کی ایک شاخ سے تعلقات رکھتے تھے۔ یہ بحیرۂ قلزم کے شمالی سرے اور خلیج عقبہ کے مشرقی ساحل کے ساتھ ساتھ آباد تھے اور ان کی بڑی بستی کا نام بھی مدین ہی تھا۔ جیسا کہ ہوتا آیا ہے حضرت ابراہیمؑ کے کچھ عرصے کے بعد ان لوگوں میں بھی اعتقادی اور اخلاقی گمراہیاں پیدا ہو گئیں اور رفتہ رفتہ عروج کو پہنچ گئیں۔ چنانچہ ایک جانب عقیدۂ توحید کا

© rasailojaraid.com

دامن ہاتھ سے چھوٹا اور مشرکانہ اوہام نے اس کی جگہ لے لی اگرچہ صراحت اور تعیین کے ساتھ قرآن حکیم میں یہ مذکور نہیں ہے کہ ان میں شرک کی کون سی صورتیں زیادہ رائج ہوئیں۔ دوسری جانب تجارت میں دھوکہ اور فریب کا رواج ہو گیا اور لین دین اور ناپ تول میں عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے چھوٹ گیا اور خیانت کی روش عام ہو گئی۔ آخر کار رحمتِ خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا ایک جلیل القدر اور اولوالعزم پیغمبر مبعوث فرمایا جن کا اسمِ گرامی شعیبؑ تھا۔

واضح رہے کہ جن چھ اقوامِ معذّبہ کا ذکر قرآن حکیم کی مکی سورتوں میں باعادہ و تکرار آیا ہے ان میں سے پہلی تین یعنی قوم نوحؑ، قوم ہودؑ اور قوم صالحؑ کے تذکرے میں ان کی صرف اعتقادی گمراہی یعنی شرک کا ذکر ہے ان کے کسی عملی یا اخلاقی بگاڑ کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ملتا۔ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ ان اقوامِ ثلاثہ کا تعلق نسلِ انسانی کی تاریخ کے اس ابتدائی عہد سے ہے جبکہ تمدن کی پیچیدگیاں اور لوازماتِ تہذیب کی ستم ظریفیاں ابھی شروع نہیں ہوئی تھیں بلکہ عملی اعتبار سے انسان فطرت کی سادہ رہنمائی ہی میں چل رہے تھے۔ البتہ ذہن و فکر میں کجی نے راہ پالی تھی اور ایک معبودِ برحق اور خدائے بزرگ و برتر کے ساتھ کچھ دوسرے معبودوں کی پرستش شروع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ان کی جانب جو رسول مبعوث ہوئے ان کی دعوت بھی کُل شرک کے مؤثر ابطال اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت کی پُرزور اپیل ہی پر مشتمل تھی۔ قوم لوطؑ کے ذکر میں ہمیں شرک کے ساتھ ساتھ ایک عملی و اخلاقی گراوٹ کا تذکرہ ملتا ہے یعنی جنسی بے راہ روی کا جو تمدنِ انسانی کے حق میں سمِ قاتل ہے اور جس کے نتیجے میں انسانی معاشرہ ایک متعفن سنڈاس کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ اس کے بعد قوم شعیبؑ کے ذکر میں شرک کے ساتھ ساتھ تذکرہ ملتا ہے ایک دوسری تمدنی خرابی یعنی معاشی و اقتصادی معاملات میں ناانصافی اور بے راہ روی' یا بالفاظِ دیگر "Economic Exploitation" کا جو ایک دوسرے اعتبار سے انسانی تمدن میں فساد کا موجب ہوتا ہے۔ یعنی یہ کہ باہمی اعتماد کی فضا ختم ہو جاتی ہے اور سکون اور اطمینان رخصت ہو جاتے ہیں اور رفتہ رفتہ باہمی محبت و مواسات کی جڑیں کٹ جاتی ہیں اور خود غرضی اور نفرت و عداوت کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ذکر آتا ہے آلِ فرعون کا، جنہوں نے بنی اسرائیل کو غلامی کے شکنجے میں کس کر جبر و استبداد کی بدترین مثال قائم کی تھی۔ اور یہ "Political Repression" گویا کہ تمدنِ انسانی کے بگاڑ کا وہ عرضِ ثالث ہے جس سے فسادِ ارضی کے ابعادِ ثلاثہ (Three Dimensions) کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

© rasailojaraid.com

جغرافیائی طور پر قوم شعیبؑ دو قدیم تجارتی شاہراہوں کے سنگم پر آباد تھی جس کے باعث انہیں تجارتی منافع بآسانی اور بافراط حاصل ہوئے جس کی جانب اشارہ کیا حضرت شعیبؑ نے ان الفاظ سے کہ اِنِّیۡۤ اَرٰىکُمۡ بِخَیۡرٍ یعنی "میں تمہیں آسودہ وخوش حال دیکھ رہا ہوں۔" لیکن جیسا کہ عام مشاہدہ ہے جب ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کی گرفت کمزور پڑتی ہے تو انسان پر حرص وہوس کا غلبہ ہو جاتا ہے اور لالچ اور طمع میں اندھے ہو کر لوگ عدل وانصاف اور راست معاملگی یعنی "Fair Dealing" کی روش تج کر دھوکہ وفریب اور مکاری اور عیاری کی روش اختیار کر لیتے ہیں جس کا نتیجہ "فساد فی الارض" ہے۔ اس کیفیت کا نقشہ حضرت شعیبؑ نے ان الفاظ میں کھینچا: وَیٰقَوۡمِ اَوۡفُوا الۡمِکۡیَالَ وَالۡمِیۡزَانَ بِالۡقِسۡطِ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ اَشۡیَآءَهُمۡ وَلَا تَعۡثَوۡا فِی الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِیۡنَ "۔ اس ضمن میں بَقِیَّتُ اللّٰہِ کے الفاظ بہت معنی خیز ہیں۔ تجارت اور بیع وشراء اگر دیانت اور امانت کے ساتھ ہوں اور ان میں دھوکہ اور فریب نہ ہو تو جو نفع بچ رہتا ہے اس کی نسبت "اللہ" کی جانب ہے یعنی اللہ کی عطا کردہ بچت۔ اسی حقیقت کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں ادا فرمایا کہ: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ مَعَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ یعنی "ایک صادق القول اور امانتدار تاجر کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء کی معیت حاصل ہو گی!" لیکن اس کے لیے بنیادی شرط ایمان ہے۔ یعنی توحید اور معاد پر پختہ اور غیر متزلزل یقین۔ جس کے بغیر نہ صداقت میسر آ سکتی ہے نہ امانت!! اس کی جانب اشارہ فرمایا حضرت شعیبؑ نے "اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ" کے الفاظ سے۔ اس صراحت کے ساتھ ان چیزوں کی جانب میں تمہیں دعوت ہی دے سکتا ہوں، تمہیں عملاً راہ ہدایت پر لے آنے کا میں ذمہ دار ہوں نہ مختار!" وَمَاۤ اَنَا عَلَیۡکُمۡ بِحَفِیۡظٍ!

اس مخلصانہ اور خیر خواہانہ دعوت کا جو جواب قوم نے دیا اس میں جہاں قدیم انسانی گمراہی یعنی آباء واجداد کی روش کے تقدس کی جانب اشارہ ہے وہاں جدید سرمایہ دارانہ ذہنیت کی بھی پوری عکاسی موجود ہے یعنی یہ کہ مال ہماری ملکیت ہے اور اس میں تصرف کا کامل اختیار ہمیں حاصل ہے "اَنۡ نَّفۡعَلَ فِیۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا" بظاہر یہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے یہ الفاظ حضرت شعیبؑ کی بات سے کوئی منطقی ربط نہیں رکھتے۔ آنجنابؑ نے ان کے حق تصرف کو چیلنج نہیں کیا تھا بلکہ صرف راست معاملگی یعنی "Fair Dealing" کی نصیحت کی تھی۔ لیکن غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اصل ذہنی وفکری گمراہی یہی تھی جو ان کے جواب سے ظاہر ہوئی، گویا حضرت شعیبؑ کی نصیحت نے ایک نشتر کا کام کیا جس نے پھوڑے کو چیر دیا تو اندر سے متعفن مواد ابل پڑا۔ اگر مزید گہرائی میں اتر کر غور کیا جائے تو صاف نظر آ جائے گا کہ جملہ معاشی واقتصادی بے راہ رویوں

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

کا اصل سبب اور گویا فساد کی اصل جڑ یہی نظریۂ ملکیتِ مطلقہ ہے، یعنی یہ کہ ہم اپنے اموال کے مالکِ مطلق ہیں، ان میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ جبکہ اسلام ہمیں یہ تعلیم دیتا ہے کہ کائنات کی ہر شے کا مالکِ مطلق تو صرف اللہ ہے، انسان کو جو کچھ اس نے عطا فرمایا ہے وہ امانت ہے جس میں تصرف کا حق اسے اصل مالک کی منشاء اور اجازت کے مطابق ہی حاصل ہے، غیر مشروط یا لامحدود نہیں!

بقول شیخ سعدی مرحوم ؎

"ایں امانت چند روزہ نزد ماست　　　در حقیقت مالک ہر شے خداست"

قومِ شعیبؑ کے جواب کا آخری ٹکڑا ان کے کھسیانے پن کی کامل غمازی کر رہا ہے: "اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ" یعنی "یقیناً واقعی تم بہت ہی دانشمند اور راستباز ہو!" ان الفاظ میں انہوں نے گویا اپنی ذہنی و فکری ہی نہیں اخلاقی شکست کا بھی پورا اعتراف کر لیا۔

حضرت شعیبؑ کے جواب میں دو اہم مضمون قابلِ توجہ ہیں: ایک نیکی اور ہدایت کے دو اجزائے ترکیبی یعنی اوّلاً ہدایتِ فطرت جس کی جانب اشارہ ہے "اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ" کے الفاظ میں اور ثانیاً ہدایتِ وحی و نبوت جس کا ذکر ہے "وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا" کے الفاظِ مبارکہ میں۔ یہی ہے وہ حقیقت جو سورۃ النور کی حد درجہ بلیغ تمثیل میں "نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ" کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے۔ اور یہ زیرِ درس سورت یعنی سورہ ہود میں تقریباً تمام رسولوں کی زبان سے لگ بھگ ان ہی الفاظ میں ادا ہوئی جن میں یہاں حضرتِ شعیبؑ کی زبان سے ادا ہوئی ہے اور دوسرے ایک داعیٔ حق اور مصلحِ مخلص کا اندازِ تخاطب، جس میں نرمی بھی ہے اور گرمی بھی، تشویق و ترغیب بھی ہے اور تہدید و تنبیہہ بھی، لیکن ساتھ ہی خود اپنے لیے تواضع بھی ہے اور انکساری بھی، لیکن نہ مصنوعی نہ متکلفانہ۔ کتنا سادہ لیکن بلیغ کلام ہے: "بھائیو! ذرا غور کرو، اگر میرے رب نے مجھے سلامتیٔ فطرت سے بھی نوازا اور مزید ہدایتِ نبوت بھی عطا فرمائی تو کیا مجھ پر واجب نہیں ہے کہ اس بھلائی میں تمہیں بھی حصہ دار بنانے کی کوشش کروں۔ بھائیو! یہ مطلق خیال نہ کرنا کہ میں تمہیں کچھ چیزوں سے روک کر خود ان ہی کا ارتکاب کرنا چاہتا ہوں۔ میری زندگی اور سیرت تمہارے سامنے ایک کھلی کتاب کے انداز میں موجود ہے۔ میری کوئی غرض سوائے اصلاح کے نہیں ہے۔ اور اس کے لیے میں حتی المقدور کوشاں ہوں، اور اس پر بھی نہ کوئی فخر ہے نہ غرور، یہ سب میرے رب ہی کی توفیق بخشی کا ثمرہ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی جانب میں رجوع کرتا ہوں بھائیو! دیکھنا کہیں ایسا نہ ہو کہ میری ذات سے کوئی عناد تمہیں اس دعوت کو قبول کرنے سے روک دے

© rasailojaraid.com

اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

توحید باری تعالیٰ سب سے بڑی حقیقت اور سچائی ہے جبکہ شرک سے بڑا کوئی جھوٹ اور غلط بیانی نہیں۔ چونکہ اسلام دین فطرت ہے اور یوں وہ ہر سچائی اور اچھائی کو قبول کرتا اور جھوٹ اور برائی کو مسترد کرتا ہے۔ سب سے بڑا سچ ہونے کی وجہ سے توحید باری تعالیٰ کو اسلامی تعلیمات میں بنیادی حیثیت حاصل ہے بلکہ جب تک کوئی شخص توحید کا اقرار نہ کرے وہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا۔ دوسری طرف شرک کو سب سے بڑا دروغ ہونے کی وجہ سے انتہائی مذموم اور قبیح رویہ سمجھا جاتا ہے' یہاں تک کہ مشرکوں کو ناپاک قرار دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں ہے: "اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ" (سورۃ التوبہ: ۲۸) "مشرک تو ناپاک ہیں"۔ پھر شرک کو بہت بڑا جھوٹ بھی کہا گیا ہے۔ قرآن شریف میں ہے:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰى اِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ (سورۃ النساء: ۴۸)

"اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔"

برے کام کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے' چنانچہ ایک دوسرے مقام پر قرآن پاک میں بتایا گیا ہے کہ مشرک کو شرک کی وجہ سے ابدی اور حقیقی زندگی میں راحت اور آرام نہیں ملے گا بلکہ وہ اس جرم کے بدلے میں آگ میں پڑا رہے گا اور کسی طرف سے کوئی بھی اس کی مدد کو نہیں پہنچے گا:

مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۚ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝ (المائدہ: ۷۲)

"جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا اس پر اللہ نے جنت حرام کر دی اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔"

© rasailojaraid.com

اسلامی تعلیمات میں شرک کی مذمت کے کئی پہلو اختیار کئے گئے ہیں۔ سورۃ لقمان میں شرک کو ظلمِ عظیم بھی کہا گیا ہے۔ یعنی یہ انتہائی بے انصافی کی بات ہے۔ تمام انبیاء و رسل نے جہاں لوگوں کو توحید پر کاربند رہنے کی تعلیم دی وہاں شرک سے دور رہنے کی بھی تلقین کی۔ اگر کوئی شخص تھوڑی سی توجہ کے ساتھ قرآن پاک کا مطالعہ کرے تو اس پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شرک ایسا گناہ ہے جس کی بخشش کی کوئی گنجائش نہیں جبکہ دوسرے تمام گناہوں کی معافی کا امکان ختم نہیں کیا گیا۔ سورۃ النساء کی آیت ۴۸ کا ایک حصہ اوپر لکھا جا چکا ہے' اسی آیت کا پہلا حصہ اس طرح ہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ

"اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا' اس کے سوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لئے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔"

پس بخشش کے اعتبار سے گناہ کی دو قسمیں ہیں: ایک قابلِ بخشش' دوسری ناقابلِ بخشش۔ اور ناقابلِ بخشش گناہ صرف شرک ہے۔ سورۃ النساء کی آیت ۱۱۶ ملاحظہ ہو:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَکَ بِہٖ وَ یَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِکَ لِمَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَ مَنۡ یُّشۡرِکۡ بِاللّٰہِ فَقَدۡ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِیۡدًا ۝

"اللہ کے ہاں بس شرک ہی کی بخشش نہیں ہے۔ اس کے سوا اور سب کچھ معاف ہو سکتا ہے جسے وہ معاف کرنا چاہے۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا وہ تو گمراہی میں بہت دور نکل گیا۔"

گویا جوں جوں انسان شرک کی آلائش میں لتھڑتا جاتا ہے توں توں وہ جادۂ حق سے دور ہوتا جاتا ہے اور بالآخر اس کا واپس پلٹنا مشکل سے مشکل تر ہو جاتا ہے۔

شرک کی سنگینی کے اظہار کے لئے سورۃ النساء کی محولہ بالا آیات بھی کافی تھیں مگر شرک تو ایسا گناہ ہے کہ انسانوں کو حقیقی ناکامی سے دوچار کر کے ان کے لئے بخشش کے دروازوں کی مستقل بندش کا سبب بنتا ہے اور یوں ان کو ابدی زندگی کی راحتوں کے لئے نااہل اور نا ختم ہونے والی اذیتوں اور بے انتہا عذابوں کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ اس لئے قرآن پاک میں اس کی مذمت حد درجہ مؤثر انداز میں کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com